دعوات عبدیتِ حق
سلسلہ ۴

عبدیت واطاعتِ خداوندی کا مظاہرہ

از ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۲۸ شعبان ۱۳۸۲ھ)

ضبط و ترتیب ادارہ الحق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

رمضان کی فضیلت

اس وقت یہ حدیث مبارک جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی۔ اس میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے تیسرے رکن کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ سر پہ آگیا ہے۔ جو ہمارے لئے بہت بڑا ذریعۂ مغفرت وکامیابی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس مرد وعورت نے ماہِ رمضان میں روزے صرف ایمان کی وجہ سے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ یعنی اس کا روزے رکھنا صرف ایمان اور ثوابِ خداوندی کی امید کی وجہ سے ہو۔ کوئی دوسری غرض لالچ وحکمت ملحوظ نہ ہو گو شریعت کے ہر حکم اور ہر بات میں ہزارہا نکتے اور بیشمار حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر ایک بندۂ مومن کا کام یہ نہیں کہ احکامِ خداوندی کی تعمیل کیلئے مصلحتوں کے درپے ہو۔ حکمت اور فائدہ معلوم ہو یا نہ ہو مگر بندہ کا کام تعمیلِ حکم ہے۔

روزہ اور دوسرے احکام میں تعمیلِ حکمِ خداوندی

اگر سمندر میں کودنے کا حکم ہو۔ تو غلام کا کام فوراً کود جانا ہے۔ اور اگر آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم ہو جائے۔ تو بلا چوں وچرا کود جانا اطاعت اور فرمانبرداری کی دلیل ہے۔ یہی غلام کا کام ہے، کہ بلا کسی پس وپیش آقا کے احکام کی تعمیل کرے۔ محمود غزنویؒ ایک بہت بڑے بادشاہ گذرے ہیں۔ فاتح ہند تھے، غزنی سے لیکر ہندوستان کے دوسرے سرے تک

سلطنت پھیلی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ولی اللہ بھی تھے، جبکہ بادشاہوں میں اولیاء بہت کم ملتے ہیں۔ اتنی عظمت و شان کی بادشاہی تھی۔ ان کا ایک غلام تھا، جو ایاز کے نام سے مشہور ہے۔ ایاز سے حضرت محمود غزنوی کو بے پناہ محبت تھی۔ محمود و ایاز کے واقعات مشہور ہیں۔ ایاز کے ساتھ بادشاہ کی غیر معمولی محبت سے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ موقعہ بموقعہ وزراء مقربین نے بادشاہ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ کہ ہم بڑے بڑے عہدہ دار ہیں۔ اور سلطنت کے اہم امور انجام دینے کے باوجود جتنی محبت آپ کی ایاز کے ساتھ ہے، اتنی ہمارے ساتھ نہیں۔ بادشاہ سُن کر خاموش ہو جاتے ——— ایک دن بادشاہ بھرے دربار میں موجود تھے۔ آس پاس بڑے بڑے اہل حکومت و عمائدین بھی موجود تھے۔ اچانک بادشاہ نے ہیروں اور موتیوں سے مرصع جواہروں سے جڑا ہوا گلاس اٹھا کر وزیر اعظم کو حکم دیا۔ کہ اسے توڑ دے۔ وزیر اعظم حیران و ششدر رہ گیا۔ کہ لاکھوں کا یہ قیمتی بلوری گلاس کس طرح توڑ دوں اور کیوں بادشاہ نے ایسا حکم دیا؟ سوچ میں پڑ گیا۔ کہ بادشاہ کے دماغ میں فتور تو نہیں آیا۔؟ بادشاہ نے وزیر کے تامل کو دیکھ کر گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور دوسرے وزیر کو دیا۔ وہ بھی پس و پیش کرنے لگا۔ اب بادشاہ نے پورے غصہ میں اس سے بھی لے کر تیسرے وزیر اور درباری کو دیا، اس نے بھی حیرانی اور لیت و لعل کے ساتھ تعمیل حکم میں کوتاہی کی۔ اسی طرح سب مصاحبوں اور کمانڈروں نے پس و پیش کیا۔ اب سلطان محمود غزنوی نے گلاس ایاز کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور اسے توڑنے کا حکم دیا۔ ایاز نے حکم سنتے ہی ایک پتھر نیچے اور ایک پتھر اوپر رکھ کر گلاس کو توڑ ڈالا۔ بلوری برتن کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ موتی جواہر توڑ ڈالے۔ اب اچانک بادشاہ نے غصہ سے چلّا کر کہا کیوں ایاز تیرا دماغ خراب ہے۔ کہ تو نے لاکھوں روپے کا برتن ضائع کر دیا۔ کیوں یہ بے وقوفی کی۔ گلاس کو بلا وجہ توڑ دیا۔ ایاز نے فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہ سے معافی مانگنی شروع کی۔ عاجزی اور شرمندگی کا اظہار کیا۔ کہ حضور میں تو ایک غلام ہوں۔ مجھ سے غلطی اپنی کم عقلی کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ میں کم عقل ہوں۔ بے سمجھ اور بے وقوف ہوں۔ حضور مجھے فروخت کر ڈالئے۔ اور میری قیمت سے گلاس کا تاوان پورا کیجئے۔ اور جو سزا و جرمانہ مجھ پر ہو سکے لگا دیجئے۔ محمود غزنوی ایاز کا یہ حال دیکھ کر درباریوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ کہ دیکھئے ایاز اور تم میں یہ فرق ہے۔ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کی شان یہ ہے۔ کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل میں عقل مندی اور سوچ و فکر سے کام لینا شروع کیا۔ اور ایاز کے ساتھ بھی عقل و فکر تھا۔ مگر میرے حکم کی تعمیل کے بارے میں نہ اس نے عقل و فکر

کو دخل دیا۔ اور نہ مال کے ضائع ہونے و برباد ہونے کی فکر کی۔ پھر میں نے باوجود اس کے کہ تم سب کے سامنے اسے حکم دیا تھا۔ مگر جب میں نے اسے ڈانٹا اور باز پرس کی تو اس نے یہ نہیں کہا۔ کہ آپ ہی کا حکم اس کے توڑنے کا منشاء و سبب بنا ہے۔ بلکہ رو کر معافی مانگی۔ لجاجت اور معذرت کی۔ گڑگڑا کر معافی مانگی۔ یہ ہے فرمانبرداری اور بے پناہ اطاعت جس کی وجہ سے ایاز نے مجھے گرویدہ بنالیا ہے —— میرے بھائیو! ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے۔ کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی اطاعت کسطرح کرتا ہے۔ ایک غلام تعمیلِ حکم کی حکمتوں کا خیال نہیں کرتا۔ ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہیئے۔ ع

کارِ عاشق خونِ خود بہ پائے جاناں ریختن

بلاچون وچرا انقیاد وعبادت کا دوسرا نمونہ

ہمارے جدّ امجد حضرت آدم علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ابلیس نے اس سے قبل سات لاکھ برس اللہ کی عبادت کی۔ بڑی علم و دانش کا مالک اور بہت بڑی عبادتیں کرنے والا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ و ابلیس پر امتحان ہوتا ہے۔ جو عبادت تعمیل ہی سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے، ہر طرف چلنے پھرنے کی اجازت دی مگر ایک درخت کے نزدیک ہونے سے منع کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر و فیصلہ خداوندی کے مطابق وہ میوہ کھایا۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ کہ قانون و اسباب کے ماتحت انہیں جنت سے نکالا جائے۔ کہ ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب و مسبّبات کا سلسلہ چلایا ہے۔ تو بہر حال خدا کیطرف سے حکم ہوا۔ جنت سے باہر ہو کر زمین میں اترنے کا —— اور باز پرس کی گئی۔ کہ کیوں اس درخت کو کھایا۔ آدم علیہ السلام کے پاس جواب کیلئے معقول وجوہات تھے۔ اگر مناظرہ کرتے تو کہہ سکتے تھے۔ کہ یارب یہ تو تقدیر کا معاملہ تھا۔ اور میری پیدائش سے قبل میرے مقدر میں یہی فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور چونکہ زمین میں میری خلافت مقدراتِ الٰہیہ میں سے تھی۔ اس لئے میں نے اس درخت کا میوہ کھایا۔ اور میرا یہ اقدام تیری ہی منشاء و ارادہ کی تعمیل تھی۔ اور بھی کئی باتیں عرض کر سکتے تھے۔ مگر نہیں حضرت آدمؑ اپنے رب کے حضور گڑگڑانے لگے اور قصور و عجز کا اقرار کیا۔ اور رو رو کر اپنے رب سے التجا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے رب ہم نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ ظلم کیا مجھ سے غلطی ہوئی اب اگر تو ہمیں نہ بخشے اور تیری رحمت و کرم نہ ہو تو ہم ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ (تیری ہی رحمت کا سہارا مانگتے ہیں۔ اور تیری ہی پناہ میں آتے ہیں۔)

بیرنہ فرمایا کہ قسمت ہی میں ایسا ہوا تھا۔ کہ میری پیدائش سے پانچ ہزار سال قبل لوحِ محفوظ پہ ایسا لکھا تھا۔ تو وہ تو ہونا ہی تھا۔ بلکہ بارگاہ خداوندی میں عجز و خطا کا اظہار کیا۔ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ اور اس بحرِ بیکراں نے حضرت آدمؑ کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔

اطاعت خداوندی میں عقل بگھارنا ابلیس کا وطیرہ ہے

دوسری طرف عقلمند اور عالم کہلانے والا ابلیس ہے۔ اس کا امتحان یہ تھا۔ کہ خدا نے اسے حکم دیا۔ کہ آدمؑ کی سمت سجدہ کرو۔ جس طرح ہم خدا کو سجدہ کرتے وقت اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھتے ہیں۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ تمام ملائکہ اور ابلیس سجدہ کرتے وقت اپنا رُخ آدمؑ کی طرف کریں۔ سب ملائکہ نے فوراً تعمیل کی۔ مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا۔ اور سیدھا کھڑا رہا۔ خدا نے پوچھا اے ابلیس تو نے کیوں میرے حکم سے سرتابی کی اور کھڑے رہے۔ اب اگر ابلیس اعتراف عجز و قصور کرتا تو اچھا تھا۔ مگر اس نے عقل بگھارنا شروع کی۔ جسطرح آج کل دین کے ہر حکم کو عقل کی اندھی عینک سے دیکھا جاتا ہے ــــ تو ابلیس نے کہا، کہ آپ کا یہ حکم خلافِ عقل ہے۔ کہ مجھے تو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو مٹی سے۔ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۔ الآیۃ

اب جبکہ میں خلقت کے لحاظ سے آدمؑ سے افضل ہوں تو اسے سجدہ کس طرح کروں۔ اب کیا ہوا۔ لاکھوں سال کی عبادت برباد ہوئی۔ اور ابدالآباد تک ملعون و معتوب ہوا۔ خدا کا مبغوض بن کر رہا ــــ بھائیو! خدا کی بارگاہ میں رونے اور عاجزی و تواضع، درماندگی اور عبدیت کی جتنی قدر ہے۔ وہ اور کسی چیز کی نہیں۔ ایک معمولی فوجی افسر کے احکام کی تعمیل بلا چوں و چرا کی جاتی ہے۔ فوج بلا کسی پس و پیش احکامات کو مانتی چلی جاتی ہے۔ اور اسے یہ مجال نہیں کہ یہ پوچھے کہ ہم کس طرف کوچ کر رہے ہیں۔ فلاں حملہ اور لڑائی ہمیں کیوں کرنی ہے۔ ہمارا سفر سمندر سے ہوگا یا جہاز سے۔ ایسی باتیں پوچھنے والے کو شوٹ کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ دین کی ہر بات اور ہر حکم خداوندی میں نکتے اور حکمتیں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ رمضان المبارک کے روزوں میں بھی خداوند تعالیٰ نے ہزاروں روحانی و جسمانی حکمتیں اور فوائد رکھے ہیں، جن میں سے بعض کو خود حق تعالیٰ نے بیان بھی فرمایا ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام اور ان کے بعد ہر زمانے کے اولیاء و عارفین نے اس کی تشریح بھی کی ہے۔ مگر سب سے بڑی حکمت اور نکتے کی بات وہی ہے۔ جسے حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں ایماناً و احتساباً کے دو لفظوں میں اشارہ فرمایا۔ کہ ہمارا روزہ صرف اور صرف ایمانی تقاضے اور یقین و اعتقاد کی وجہ سے اظہارِ عبدیت کیلئے ہونا چاہیئے۔ اور خداوند تعالیٰ کے حکم

کی تعمیل اور اس کا اجر و ثواب ملحوظ ہونا چاہیئے۔

تعمیلِ ارشادِ ربّانی اور رحمتِ خداوندی پر یقین کے دو نمونے

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن جہنّم میں دو شخص بہت شور مچائیں گے۔ ان کی چیخ و پکار بہت زیادہ ہو گی — خداوند تعالیٰ ان کے نکالنے کا حکم دے کر ان سے پوچھیں گے۔ کہ تم نے اتنا شور ہنگامہ کیوں مچا رکھا ہے۔ اور بھی تو جہنم میں لوگ موجود ہیں۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ ایک تو اس وجہ سے کہ تو ہمیں بخش دے، اور تکلیف بھی تو شدید ہے۔ اس لئے ہم چیختے چلاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے پھر حکم ہو گا۔ کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک فوراً جا کر جہنم میں چھلانگ لگا دے گا۔ اور دوسرا جہنم کے کنارے ٹال مٹول اور لیت و لعل کرے گا۔ اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا۔ کہ تو نے پھر کیوں آگ میں چھلانگ لگا دی۔ وہ کہے گا۔ اے رب تیرا حکم تھا۔ اس لئے میں سرتابی نہ کر سکا۔ اللہ جل جلالہٗ فرماویں گے۔ کہ ہاں بس اسی طرح تابعداری میری دنیا میں بھی کرنی چاہیئے تھی۔ اب دوسرا شخص لیت و لعل کرنے والا کہے گا۔ کہ اللہ تو رحیم و غفور ہے۔ اور مجھے تیری رحمت پر یقین تھا۔ کہ ایک دفعہ جب نکال دیا ہے۔ تو دوبارہ جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہو گا۔ کہ تعمیلِ حکم بھی ایسے ہی ہونی چاہیئے۔ اور رحمت پر یقین بھی ایسا ہی چاہیئے۔

روزے کا مقصد اور برکات

ہمارے روزے کا مقصد محض ایمان و ثواب کی امید ہونی چاہیئے۔ کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ ہمیں اسے بجا لانا ہے۔ جس نے اس ایمان اور یقین اور امید مغفرت سے روزے رکھے۔ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ اس کے پچھلے سال کے تمام گناہ بخش دئے جائیں گے — حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ بدبخت ہے وہ شخص جس پر رمضان کا مہینہ گذرا۔ اور اس نے اپنی بخشش نہ کروائی۔ ہمارے صوبہ سرحد میں پہلے رمضان کا احترام رکھا جاتا تھا۔ اب دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی رمضان کا احترام اور اس کی منزلت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ یہ مسلمانوں کے زوال کی علامت ہے۔ اور پھر ایسے موسم اور سردیوں میں بھی روزے نہ رکھنا بہت بڑی بدبختی ہے۔ حضورؐ نے ایسے موسم میں روزوں کو "غنیمتِ باردہ" سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی ٹھنڈی غنیمت جو بلا کسی تکلیف کے ہاتھ آ سکے — اس غنیمتِ باردہ سے فائدہ اٹھائیں۔ رحمتِ خداوندی جوش میں ہے —